حصولِ علم کے مقاصد اور آداب!

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ
(قائم مقام صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، أما بعد!

طلباء عزیز! آپ یہ یاد رکھیں کسی دینی ادارے میں آپ کا داخلہ اور آپ کا اس میں تعلیم حاصل کرنا یہ بہت بڑی کامیابی کی دلیل ہے، یعنی یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے آپ کے بارے میں خیر کا ارادہ کیا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔"(۱)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین میں فقاہت (سمجھ) عطا فرماتے ہیں۔"

وحی منقطع ہو چکی ہے، جس کے ذریعہ یقیناً من جانب اللہ غیب سے قانون اترتا تھا، لیکن آپ کے سامنے قرآن کریم موجود ہے، سنت رسول اللہؐ موجود ہے، ان کے ذریعہ آپ اللہ پاک کی رضا معلوم کر سکتے ہیں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات میں سے آپ کا انتخاب فرما کر آپ کو ادھر متوجہ کیا۔

نعمتِ دین کا شکر ادا کرنے کا طریقہ:

یہ دین وہ نعمت ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کی ہر نعمت ہیچ ہے۔ اس لیے آپ اس دین کو سمجھ کر پڑھیں اور آخرت کا اجر و ثواب سامنے رکھ کر محنت کریں۔ اس نعمت کا شکریہ ہے کہ آپ محنت کریں۔ اوقات کی پابندی کریں۔ اساتذہ کے سامنے ادب سے بیٹھیں۔ غور سے بات سنیں۔ آپ کی آنکھ، کان اور دماغ

پوری طرح استاذ کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس سے پہلے جہاں تک ممکن ہو جو آپ دن میں پڑھ رہے ہیں، رات کو اس کا مطالعہ کرلیں۔ ایک دفعہ ہمارے بزرگوں نے (جن کی زندگیاں علم کے اندر گزری ہیں) نصیحت فرمائی کہ اگر آپ پڑھنے سے پہلے ایک مرتبہ مطالعہ کرلیں اور پڑھتے وقت غور سے استاذ کی بات کو سنیں اور پڑھنے کے بعد ایک آدھ دفعہ پھر مطالعہ کرلیں اور تکرار کرلیں۔ ان شاء اللہ! اس طرح کرنے سے پھر کبھی سبق نہیں بھولے گا۔

علم ہر مقام پر ادب کا متقاضی ہے:

آپ کو بار بار کہا جاتا ہے کہ علم ادب چاہتا ہے: اپنے استاذ کا ادب، اپنے ادارے کا ادب اور اپنے سے بڑے کا ادب، یہ ادب بہت کچھ دیتا ہے۔ یاد رکھو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا و من لم یعرف لعالمنا حقہ۔"(۲)

ترجمہ: "جو ہم میں سے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، بڑوں کا احترام نہیں کرتا، علماء کی قدر نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

آپ کا یہ ادب دوسرے مسلمانوں پر بھی اثر ڈالے گا۔ لوگ آپ کو دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ دیکھو دین پڑھنے والے طلباء ایسے ہوتے ہیں۔ میں نے شاید پہلے بھی آپ کو ایک مرتبہ سنایا تھا کہ جب میں مصر میں تھا، پی، ایچ، ڈی کر رہا تھا، ایک مصری طالب علم میرا دوست تھا اور روزانہ گھر سے ازہر میں پڑھنے کے لیے آتا تھا، ایک دن آیا اور مجھے کہا: یا شیخ! آج ایک عجیب ہی واقعہ پیش آیا ہے، میں نے کہا: خیر ہے؟ کیا ہوا؟ کہنے لگا: میں بس میں آرہا تھا اور قاہرہ کے اندر بسوں میں بڑی بدتمیزی ہوتی ہے، دھکم پیل، نہ عورتوں کا کوئی احترام ہے نہ بڑوں کا، تو کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا اور مجھے کرسی (سیٹ) مل گئی، اگلے اسٹاپ پر دیکھا کہ ایک پادری سفید ریش جبہ پہنے ہوئے بس میں سوار ہوا اور ڈنڈا پکڑ کے کھڑا ہوگیا۔ اس لیے کہ ساری کرسیاں مشغول تھیں، میں نے ان کو دیکھا اور کہا: "تفضل یا شیخ!" آئیے! میری اس جگہ پر آجائیں۔ میں اپنی کرسی سے اٹھا اور ان کو بٹھا دیا۔ وہ شخص پادری تھا، لیکن بہرحال مجھ سے بڑا تھا۔ بیٹھنے کے بعد وہ زار و قطار رونے لگا، دائیں بائیں جو افراد سوار تھے، انہوں نے کہا: یا شیخ! آپ کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے رشک آرہا ہے۔ اس بس کے اندر دسیوں عیسائی نوجوان موجود ہیں، لیکن میرے لیے صرف اور صرف جامعہ ازہر کا ایک طالب علم اٹھا ہے۔ اس سے اندازہ لگائیں! جامعہ ازہر

کے ایک طالب علم کے اس ادب نے پوری بس میں کتنا اثر ڈالا۔ دین پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ اپنے اندر ادب پیدا کرو۔ یہ ضروری نہیں کہ استاذ ہی ہو، ہر طالب علم اور ہر استاذ چاہے آپ کو پڑھانے والا نہیں ہے، وہ ادب واحترام کا مستحق ہے۔ آپ اپنے گھروں کو جاتے ہیں اور آپ کو جگہ مل جاتی ہے اور آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا کھڑا ہے، آپ جوان ہیں، اٹھ جائیں، کھڑے ہو جائیں۔

مجھے خوب یاد ہے! جب وہاں مصر میں لائبریریوں میں جانے کے لیے بسوں میں جانا ہوتا، وہاں پر بسوں میں درجہ اولیٰ، درجہ ثانیہ ہے، فرسٹ، سیکنڈ ہیں، لیکن وہاں مصیبت یہ ہے کہ فرسٹ کے اندر ڈبل کرایا ہے اور عورتوں کے لیے نشستیں خاص نہیں ہیں، میں بعض مرتبہ ان سے کہتا تھا کہ ہمارے ہاں عورتوں کا زیادہ احترام ہے، بسوں میں درجہ اولیٰ عورتوں کے لیے اور درجہ ثانیہ مردوں کے لیے ہیں، میں مصر میں عموماً درجہ اولیٰ میں سوار ہوتا تھا، تاکہ بدتمیزی سے بچ جاؤں، لیکن اس کے باوجود میں دیکھتا کہ کوئی بوڑھا آ رہا ہے یا کوئی بڑھیا آ رہی ہے تو میں فوراً اٹھ جاتا۔ بہر حال کہنے کا مقصد یہ کہ استقامت ہر موقع پر ہونی چاہیے۔ یہ نہیں ہے کہ جامعہ میں ہمارا رویہ اچھا ہو اور دوسری جگہ ہمیں پرواہ ہی نہ ہو، ہر جگہ یکساں رہنا چاہیے، گھروں کو جاؤ تو اپنے والدین کو سلام کرو، ماں باپ کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دو، عزیز واقارب کو ملنے جاؤ، ان کی عزت کرو، تاکہ انہیں پتہ چلے کہ دین پڑھنے والا طالب علم بڑا مؤدب ہوتا ہے۔

علم یکسوئی چاہتا ہے:

میرے عزیز طلباء! میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ علم کے لیے تعلقات، دوستیاں بہت ہی مضر چیز ہیں۔ علم یک سوئی چاہتا ہے اور علم کے لیے اپنے آپ کو وقف کردو، یہ لمبی چوڑی دوستیاں، یہ ادھر اُدھر چلنا پھرنا نہایت نقصان دہ ہے۔ آپ دنیا میں کہیں بھی چلے جائیں، فتنے ہی فتنے ہیں۔ مثال کے طور پر عورتوں کا فتنہ ہے۔ اگر آپ کو کوئی چیز لینے بازار جانا ہو تو اس طرح جاؤ جیسے بیت الخلاء جاتے ہیں۔ انسان بیت الخلاء جا کر اپنی ضرورت پوری کر کے فوراً واپس چلا آتا ہے، وہاں کبھی دیکھا ہے کہ کوئی سو گیا ہو یا بیٹھ گیا ہو؟ اور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھو "قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ"،(۳) آپ کا یہ عمل ان شاء اللہ! بڑا مؤثر بنے گا۔ اخباروں میں کچھ عرصہ پہلے آیا کہ انگلینڈ میں ایک صحافی عورت ایک نوجوان مسلمان سے اسلام کے بارے میں انٹرویو لے رہی تھی، دو گھنٹے اس نے انٹرویو لیا اور اس کے بیان سے ایسا لگتا ہے کہ وہ کوئی عالم ہیں یا تبلیغی معلوم ہوتے ہیں، اس لیے کہ علماء کے بعد دین کے بارے میں زیادہ معلومات تبلیغ

والوں کو ہوتی ہیں، تبلیغ کی برکت سے دو گھنٹے اس نے جوابات دیئے، اور دو گھنٹے کے بعد وہ کہتی ہے کہ: مجھے کلمہ پڑھاؤ، مجھے بڑا تعجب ہوا، کہنے لگی: دو گھنٹے سے میں آپ کا انٹرویو لے رہی ہوں اور دو گھنٹوں میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی تم نے آنکھ اٹھا کر مجھے یوں نہیں دیکھا، نگاہ نیچی رکھی ہوئی بیٹھے ہوئے تھے۔ اللہ کے اس حکم پر اس نے عمل کیا: ''قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ ''....''ایمان والے مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو۔'' گویا وہ اتنی متاثر ہوئی کہ اسلام میں اتنی عفت ہے، اتنی پاک دامنی کہ اپنی بیوی کے علاوہ کسی کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

علم ہی ہماری زندگی کا مقصد ہو:

میرے عزیز طلباء! ہمارا ادب، ہمارے اخلاق ان شاء اللہ! دوسروں پر بھی اثر کریں گے۔ آج دنیا میں دنیائے کفر اور ان کے جتنے چیلے ہمارے سروں پر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ سارے آپ کے خلاف ہیں، یہ دینی مدرسے ان کی آنکھوں میں کانٹے بنے ہوئے ہیں، ان کا بس چلے تو تالے لگادیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ ناکام بنائے۔ (آمین) لہٰذا ہمیں کوئی موقع ان کو نہیں دینا چاہیے کہ وہ یہ کہہ سکیں: طلباء ایسے ہوتے ہیں، طلباء ویسے ہوتے ہیں، ہمیں زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو علم کے لیے وقف کر دینا چاہیے، ہمارا اوڑھنا بچھونا علم ہونا چاہیے۔

مجھے ایک طالب علم یاد ہے، اب وہ اسلام آباد میں ڈاکٹر ہے، جب وہ آیا تو مجھے کہنے لگا کہ میں یہاں آیا تو چار مہینے تک پتہ نہیں تھا کہ جناح صاحب کا مزار کہاں ہے، یعنی اس نے اس مسجد سے باہر قدم تک نہیں رکھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بھئی! آپ چھٹی کے دن کہیں نہ جائیں، چند ساتھیوں کے ساتھ سمندر چلے جائیں، آپ کو پتہ ہی نہیں کہ سمندر ہے کیا چیز؟ قرآن مجید جب آپ پڑھتے ہیں تو اس میں بحار (سمندر) کا بھی ذکر ہے، ایک مرتبہ جا کے دیکھ لو کہ یہ سمندر ہوتا کیا ہے۔ ایک کہاوت ہے کہ ایک دفعہ سمندر کی تہہ سے ایک مینڈک چلتی چلتی آئی اور آگے دیکھا کہ ایک کنواں ہے۔ اوپر سے جھانکا تو نیچے گر پڑی، اندر ایک اور مینڈک بیٹھی ہوئی تھی، اب اس سے ملاقات ہوئی، بہن! کہاں سے آئی؟ میں سمندر سے آئی ہوں، اس نے کہا سمندر کیا ہوتا ہے؟ بہت پانی ہوتا ہے، بہت پانی ہوتا ہے، چوں کہ وہ کنویں کی مینڈک کنویں کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی تو دونوں پاؤں پر کھڑی ہوگئی کہ اتنا پانی ہوتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں بھئی! اس سے بھی بڑا ہوتا ہے تھوڑی دیر میں اور اوپر ہوگئی کہ اتنا ہوتا ہے؟ وہ کہنے لگی: نہیں اس سے بھی زیادہ بڑا ہوتا ہے، کرتے کرتے

بہت اوپر پانی کی سطح پر آ گئی، کہا: اتنا ہوتا ہے؟ کہنے لگی: نہیں، اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے، کہنے لگی: جھوٹ بولتی ہو، دفع ہو جاؤ، اس سے زیادہ ہو نہیں سکتا۔ اسی لیے کسی آدمی کی محدود معلومات ہوں تو کہتے ہیں کہ یہ کنویں کا مینڈک ہے۔ لہٰذا آپ لوگ کنویں کے مینڈک نہ بنیں، یہ بھی نہ ہو کہ آپ روز ہی جاتے رہیں۔ مجھے اب بھی یاد ہے، طالب علمی کے زمانے میں ایک دفعہ میں چڑیا گھر گیا، جانوروں کو دیکھ لیا، بس اس کے بعد مجھے یاد نہیں ہے کہ میں دوبارہ گیا ہوں، ہاں کوئی مہمان آیا ہو تو میں لے گیا ہوں گا، ورنہ مجھے جانا یاد نہیں۔ کہنے کا مقصد یہ کہ آپ کے علم میں یہ سب آنا چاہیے۔

علم کا مقصد کیا ہونا چاہیے؟

آپ نے وہ واقعہ سنا ہوگا کہ جب مدرسہ نظامیہ بغداد میں بنا تو اس وقت کے امیر المؤمنین نے ایک دن چاہا کہ میں دیکھوں کہ طلباء کیا کر رہے ہیں، چناں چہ وہ لباس بدل کے سادہ لباس میں آیا اور چکر لگانے لگا، دیکھا کہ طلباء جگہ جگہ پڑھ رہے ہیں اور مطالعہ کر رہے ہیں، ایک کے پاس گئے: السلام علیکم وعلیکم السلام، کیا پڑھ رہے ہو؟ فلاں کتاب پڑھ رہا ہوں، کیوں پڑھ رہے ہو؟ کسی نے کہا کہ میں فقیہ بنوں گا، کسی نے کہا کہ میں قاضی بنوں گا، اس وقت جو دینی مناصب تھے وہ ذکر کیے، اس کا دل ایسا پسیج گیا کہ کہنے لگا کہ جس مدرسے میں پڑھنے والوں کا یہ حال ہو اس کو ختم کر دینا چاہیے۔ حالاں کہ یہ دینی مناصب تھے، لیکن ضرورت دنیا کی ہوگئی نا، خیر چلتے چلتے دیکھا کہ آگے ایک صوفی بیٹھا ہوا ہے، وہ بھی مطالعہ کر رہا ہے، دل میں آیا کہ چلو بھئی! اس صوفی سے بھی پوچھ لو، السلام علیکم وعلیکم السلام، ہاں بھئی کیا پڑھ رہے ہو؟ فلاں کتاب پڑھ رہا ہوں، کیوں پڑھ رہے ہو؟ اب اس کا جواب سنیے کہ میں اس لیے پڑھ رہا ہوں کہ اللہ نے مجھے پیدا کیا اور مجھے مکلف بنایا ہے، میں معلوم کروں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کیا چاہتا ہے، جو کام کرنے کے ہیں، وہ میں کروں گا اور جن سے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میں رک جاؤں تو میں رک جاؤں گا۔ اب اس کی رائے بدل گئی، اور وہ کہنے لگا کہ جس ادارے میں اس طرح کا ایک بھی طالب علم ہو اس کو بند نہیں کرنا چاہیے۔ جانتے ہو کہ آخر میں وہ صوفی کون بنا؟ وہی ''امام غزالیؒ'' بنے، کتنا بڑے انسان بنے! کتنی کتابیں اور کتنے انہوں نے کام کیے، کہنے کا مقصد یہ کہ ہمارا مقصد دین پڑھنا ہو، میں کہا کرتا ہوں: ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ''... ''تقویٰ حاصل کرو، اللہ تمہیں علم دے گا'' اور تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کرے، نماز باجماعت کا اہتمام کرے، ان شاء اللہ جب تقویٰ آئے گا تو اللہ تعالیٰ علم بھی دے گا۔

علم پر عمل کرنے کو لازم سمجھیں:

دیکھو! ہمارا یہ دین پاکیزہ دین ہے اور پاکیزہ علم ہے، یہ پاکیزگی چاہتا ہے، اس لیے ہر طالب علم کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ ہر وقت باوضو رہے، طہارت میں رہے، جی ہاں! جب ضرورت پڑ جائے تو ٹھیک ہے جا کر دوبارہ تازہ وضو کرلو۔ میں اکثر یہ نسخہ آپ کو بیان کیا کرتا ہوں، تاکہ زیادہ دیر تک انسان باوضو رہے کہ آپ کھانے میں ذرا سی کمی کردیں، دو روٹیاں کھاتے ہیں تو ڈیڑھ کھالو، ڈیڑھ والا سوا کھالے، ان شاء اللہ! آپ دیر تک باوضو رہیں گے۔ بہرحال آپ جتنی چیزیں اپنے اساتذہ سے سنتے ہیں، کتابوں میں جو پڑھا ہے، اس پر عمل شروع کرو، اِن شاء اللہ! اس سے علم میں برکت آئے گی، ایک عالم نے لکھا ہے کہ یہ دجلہ بغداد جو کسی زمانے میں اسلامی مملکت کا مرکز تھا، اس میں آج بھی دریائے دجلہ بہہ رہا ہے، آدھا شہر ایک طرف اور آدھا دوسری طرف ہے، اس زمانے میں پل نہیں تھے، بلکہ کشتیاں تھیں اور کشتیوں میں ایک طرف سے دوسری طرف آتے جاتے تھے، ماشاءاللہ بڑے بڑے پل اور موٹر وے بن گئے ہیں، اب ایک عالم ایک کنارے پر کھڑا تھا اور کشتی والا کشتی بان دوسری طرف کھڑا تھا، اب اس کو چھینک آئی تو اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ! اس کی آواز اس کو پہنچ گئی، لیکن یہ بے چارا بڑی عمر کا ہوگا، اس تک اس کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی تو اس نے ایک کشتی کرائے پر لی اور کہا کہ مجھے وہاں لے کر چلو، اور قریب جا کر کہا: یَرْحَمُکَ اللّٰہ ! یہ ہے دین پر عمل۔ تو یہ نیت کرلو کہ جو ہم پڑھیں گے' اس پر عمل کریں گے۔ ان شاء اللہ جب علم پر عمل ہوگا تو اللہ برکت دے گا اور مزید عمل کی توفیق بھی ہوگی۔ میں اسی بات پر اکتفا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین!

حواشی وحوالہ جات:

(۱)...مسلم: ۱۰۳۷ (۲).... ترمذی: ۸۸۲ (۳)....النور: ۳۰